اُردو آزاد نظم کے پہلے باقاعدہ شاعر ڈاکٹر تصدقؒ حسین خالد ناقدین کی نظر میں

First Formal Urdu Poet of Free Verse Dr. Tassaduq Hussain Khalid in the light of Critic.

طارق حبیب
اسسٹنٹ پروفیسر اردو، یونیورسٹی آف سرگودھا

Abstract;

Except some basic principles, literary criticism is for the most part subjective. We can't reject someone's opinion we can only disagree. But this is an essential point of criticism that the tone of objections should also be decent. Dr. Tasadduq Hussain Khalid is the first poet, who regular adopted the free verse. Here his work on the kind of poetry called verse libra or free verse. He is the first regular poet of free verse, but why he is not the first outclass poet of free verse. The different well known critics have discussed on this issue. Here we are going to analysis those opinions. This meta criticism will show the standard of Urdu Criticism and critics as well as the creativity and contribution of Dr. Tassaduq Hussain Khalid. In this way we can overview our all literary critical asset. So it is a time to analysis the recent era in literary criticism, because such critical overviews will help to show the real pictures of art and will also support to build a new standard and rebuild some new rules of criticism.

کلیدی الفاظ۔ دلا بھٹی، عبدالحلیم شرر، ممتاز مفتی، گورداس پور، اوراق، میرا جی۔

راجپوت خاندان کا وہ چشم وچراغ، جو تحریکِ آزادی کا نامور کردار ہے، تاریخ میں "دلاّ بھٹی" کے نام سے آج بھی زندہ ہے؛ اسی سپوت کے خاندان کا ایک شخص اردو ادب میں بھی اپنے کام کی وجہ سے اپنی الگ حیثیت اور جان پہچان کا حامل ہے۔ اس کا نام ہے تصدق حسین خالد، لامکاں تا لامکاں،

نظم کو اگر ہیئت کے اعتبار سے دیکھا جائے، تو آزاد نظم کی ہیئت میں تبدیلی اور آغاز کا سہرا عبد الحلیم شرر کے سر بندھتا ہے، تاہم آزاد نظم کی یہ مثالیں ناکافی بھی ہیں اور فکری لحاظ سے کم زور بھی۔ آزاد نظم میں ہیئت کی تبدیلی اور شروعات باقاعدہ طور پر تب اعتبار پاتی ہے، جب اس میں فکری لحاظ سے نیا پن اور جدید ادب سے اس کا تعلق واضح ہو جاتا ہے؛ تاہم ہیئت کی سطح پر باقاعدہ آزاد نظم کی ساخت اور مزاج کو باقاعدہ طور پر آگے بڑھنے والوں میں، ابتدا کا شرف "تصدق حسین خالد" کے حصے میں آتا ہے۔

اُردو کے معروف افسانہ نگار ممتاز مفتی اور تصدق حسین خالد کا آبائی وطن بٹالہ ضلع گورداس پور ہے۔ تصدق حسین خالد کے والد کا نام میاں محمد بخش ہے (جو، اپنے والد کی واحد اولاد تھے)۔ میاں محمد بخش کی رسمی تعلیم تو مڈل تک ہی تھی، لیکن وہ اعلیٰ اور رچا ہوا ادبی ذوق رکھتے تھے۔ میونسپل کارپوریشن میں منشی کے طور پر ملازم تھے، راولپنڈی اور پشاور میں فرائضِ منصبی انجام دیتے رہے۔ میاں محمد بخش اور غوث بی بی کے آٹھ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ ڈاکٹر صادق حسین، تصدق حسین، صدیق حسین، تصدیق حسین، رفیق حسین، توفیق حسین، ارشد محمود حسین اور سعید اختر حسین بیٹے، جب کہ معراج بیگم اور حمیدہ بیگم دو بیٹیاں تھیں۔(1)

تصدق حسین خالد، عید الفطر کے روز 1901ء میں پشاور میں پیدا ہوئے۔ 1917ء میں اسلامیہ ہائی سکول راول پنڈی سے فسٹ کلاس میں میٹرک، 1919ء میں گارڈن کالج راول پنڈی سے فسٹ کلاس میں انٹر میڈیٹ اور 1921ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کیا۔(2)

1921ء میں تصدق حسین خالد بٹالہ ہائی سکول میں انگریزی کے استاد مقرر ہوئے اور پھر 1922ء میں راول پنڈی میں "سلمٰی محمودہ" سے ان کی شادی ہوئی(3)۔ اس کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے (انگریزی) کا امتحان پرائیویٹ امیدوار کے طور پر پاس کیا اور پھر پنجاب سول سروس کا امتحان دیا۔ 1925ء سے 1932ء تک پنجاب میں مختلف مقامات پر مجسٹریٹ کی حیثیت سے تعینات رہے۔ 1932ء میں مستعفی ہو گئے اور بیرسٹری کی ڈگری لینے کے لیے انگلینڈ چلے گئے۔ انگلینڈ کا سفر تصدق حسین خالد کے لیے بہت اہمیت کا حامل ہے؛ یہیں اُن کی ملاقات مسٹر برٹن سے ہوئی۔(4)

مسٹر برٹن نے انھیں جدید اندازِ فکر و نظر سے روشناس کرایا۔ سرئیلزم اور تاثریت پسندی کی تحریک سے آگاہ کیا۔ بیرسٹری کا تین سالہ کورس نو ماہ میں مکمل کیا اور "مولانا الطاف حسین حالی" پر انگریزی ادبیات میں پی ایچ ڈی کا مقالہ قلم بند کر کے 1935ء میں واپس آ گئے اور وکالت کی پریکٹس کرنے لگے۔ 1965ء میں انھوں نے حج کا فریضہ ادا کیا۔ بیگم سلمٰی تصدق حسین نے، ان کی وکالت کے حوالے سے لکھا ہے کہ "قائدِ اعظم" نے بھی کسی میٹنگ میں ان سے ایک بار کسی معاملے میں رائے لی تھی(5)۔ تقریباً اکہتر سالہ بھرپور اور

مصروف زندگی گزار کر 13۔مارچ 1971ء کو فوت ہوئے۔ان کی تجہیز و تکفین و تدفین کے جملہ مراحل لاہور ہی میں طے پائے۔(6)

''سرودِ نو" ان کا پہلا مجموعہَ کلام ہے جو، چھوٹی تقطیع پر 1944ء میں شائع ہوا۔ دوسری بار 1948ء میں اس کی اشاعت ہوئی۔ اِس مجموعے میں 79 نظمیں شامل کی گئیں۔1976ء میں یہی مجموعہ "لامکاں تالامکاں" کے نام سے چھپا۔اس کا مقدمہ اردو کے معروف نقاد ڈاکٹر سید عبداللہ نے رقم کیا(7)۔اس مجموعے میں 25 نظموں کا اضافہ کیا گیا۔"کچھ اپنے بارے میں" کے نام سے تصدق حسین خالد نے اپنا دیباچہ بھی تحریر کیا۔مزید اس میں بیگم سلمٰی تصدق حسین اور بیٹے جسٹس اسلم ریاض حسین کی تقدیم بھی شامل ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ڈاکٹر تصدق حسین خالد پر تنقیدی کام بہت کم ہوا ہے اور اس کی طرف کچھ ناقدینِ فن نے برملا اشارہ بھی کیا ہے۔ڈاکٹر سید عبداللہ اور سلیم الرحمان وغیرہ بطورِ خاص اس میں شامل ہیں ۔ڈاکٹر سید عبداللہ اس ضمن میں رقم طراز ہیں:

> ''یہ استفسار ہنوز ادبی ذمے داری کا حصہ ہے کہ تصدق حسین خالد کو اُس کے اِس جائز حق سے اکثر کیوں محروم رکھا گیا ہے۔گزشتہ پچاسی برسوں میں ہمارے یہاں نقد و نظر کے معیار خاصے الجھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بہر نوع آزاد نظم کے سلسلے میں خالد کی حیثیت ان خارا شگاف اہلِ ہنر کی ہے جو، چٹانوں کو کاٹ کر دوسروں کے لیے راستا صاف کرتے ہیں۔''(8)

اور معروف مترجم و مدیر و نقاد سلیم الرحمان اِس بارے میں لکھتے ہیں:

> ''خالد کے ساتھ کچھ عجیب ستم ظریفی رہی ہے کہ ناقدین، محققین اور اردو ادب میں نظم نگاری کی تاریخ لکھنے والوں نے عموماً قارئین اور تصدق حسین خالد کے درمیان رابطے کو سطحی حدود سے آگے بڑھانے کی زحمت گوارا نہیں کی۔اگرچہ تصدق حسین خالد کو ن م راشد اور میراجی جیسی شہرت تو نہ مل سکی، تاہم خالد کی اولیت اور شعری سانچوں میں نئے نئے تجربات اور ہیئتوں کو متعارف کروانے کے ضمن میں انھیں جو فوقیت حاصل ہے، اُس سے کسی بھی ادبی مورّخ (اردو)، محقق یا نقاد کو انکار نہیں ہو سکتا۔'' (9)

ڈاکٹر سید عبداللہ نے بیسویں صدی عیسوی میں اقبال کے بعد شاعری میں جدت کے رجحان کو چار بڑی شاہ راہوں پر گام زن دکھایا ہے۔اول: اختر شیرانی، دوم: حفیظ جالندھری، سوم : بغاوت اور جدت کی وہ لہر، جس کی نمائندگی میں تاجور نجیب آبادی اور عظمت اللہ خان پیش پیش تھے اور جن کا خیال تھا کہ فرسودہ روایت کو ترک کر کے ہندی اور حتیٰ کہ انگریزی اوزان کو قطعی طور پر اپنا لیا جانا چاہیے اور چہارم: آزاد نظم کی تحریک کے وہ لوگ، جو روایت اور جدت کی ہم آہنگی کے داعی تھے اور بغیر سوچے سمجھے جدت سے رشتہ جوڑنا اور روایت

سے تعلق توڑنا نہ چاہتے تھے، ان میں مجید ملک، حامد اللہ؛ افسر اور سالک وغیرہ شامل تھے، لیکن اِن میں وہ تخلیقی توانائی شاید نہ تھی کہ ایک بالکل علیحدہ راہ نکالنے میں کام یاب ہو جاتے۔ یہیں پر ڈاکٹر سید عبد اللہ نے تصدق حسین خالد کی اہمیت اور اولیت کا دم بھرا ہے:

> ''اِن میں صرف تصدق خالد تھا جو، واضح اور معین طریقے سے غزل کی شاعری کو بالکل ترک کر سکا اور سانیٹ اور گیت سے الگ رہ کر اس نے بے تکلف، آزاد نظم کی صنف اختیار کی اور کلیۃً اِسی ایک صنف کے لیے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو وقف کر دیا، تا آں کہ اس کا حق تسلیم کرا کے چھوڑا۔۔۔ یہاں مقصود ترجیح و تفصیل نہیں۔ کہنا صرف یہ ہے کہ جس شاہ راہ کی اگلی منزلوں کے خوش نصیب راہ رو میرا جی اور ن۔ م۔ راشد وغیرہ تھے، اُس کا پہلا حوصلہ مند مسافر خالد ہی تھا۔
> (10)''

تصدق حسین خالد کی آزاد نظم گو کی اولین حیثیت کے ضمن میں ڈاکٹر سید عبد اللہ نے ناقدین کے اِس اعتراض جو، فکر اور ایک نئے طرزِ احساس کے باعث لاگو ہوتا ہے، کی نفی کی اور یہ موقف پیش کیا ہے کہ ہر فن کار کی اپنی انفرادی ذات اور شخصیت ہوتی ہے، جس کے وہ تابع ہوتا ہے؛ نیز نئی ہیئت کی ایجاد نئے دور کے احساسات کے آغاز کی علامت بھی تو ہے۔ اگرچہ یہ موقف قابلِ قبول ہے، لیکن یہ جو ڈاکٹر سید عبد اللہ نے نئی ہیئت کی ایجاد کا ذکر کیا ہے، یہ درست نہیں، اسے نئی ہیئت کی ترویج کہنا زیادہ مناسب ہوگا، کیوں کہ یہ ایجاد تو بہر حال تصدق حسین خالد سے قبل ہو چکی تھی اور ڈاکٹر صاحب نے خود بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

تصدق حسین خالد کے مقام و مرتبے کا منصفانہ اعتراف نہ کرنے کی جو مزید وجوہات انھوں نے بیان کی ہیں: اُن میں خالد کی کم آمیزی اور کم گوئی کے ساتھ ساتھ اُن کا کسی تنظیم کا رکن نہ ہونا اور گروہ بندی سے بالاتر ہونا شامل ہیں۔ اِس امر میں اگرچہ اختلاف کی گنجائش پائی جاتی ہے، لیکن مجموعی طور پر خالد کے ساتھ برتے جانے والے غیر منصفانہ رویے کی نفی بھی نہیں کی جاسکتی، کہ وہ بہر حال نظر انداز تو کیے گئے ہیں۔

ڈاکٹر سید عبد اللہ نے خالد کے دو خصائص کا ذکر کیا ہے: ایک وفورِ احساس اور دوسرا نئی ہیئت کی ایجاد ۔ اس سلسلے میں عبد الحلیم شرر کی کوششوں کا بھی ذکر کیا، لیکن وہ صرف قوافی سے آزادی تک محدود رہے اور آزاد نظم کے مزاج کو اختیار نہ کر پائے، جس باعث اُن کی حیثیت نا تمام قرار پاتی ہے اور باقاعدہ اولیت کا سہرا تصدق حسین خالد کے سر بندھتا ہے۔

اُنھوں نے تصدق حسین خالد پر حضرت علامہ محمد اقبال کے گہرے اثرات کی نشان دہی بھی کی ہے، البتہ تصدق حسین خالد نے ''ملی شاعری'' کرنے کے بجائے مغربی رومانوی اثرات کے تحت نئی شاعری اور نئے آہنگ کو ترجیح دی۔ اِس کا اظہار خود خالد نے اپنے دیباچے (کچھ اپنے متعلق) میں کیا ہے۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ نے

واضح طور پر خالد کو رومانوی شاعر قرار دیا اور غالباً اسی وفورِ احساس کے باعث اُنھوں نے اُن کی شاعری میں مسرت و انبساط کی طرف اشارہ کیا ہے ، کہیں کہیں وطن کی دوری کے احساس تلے ماضی زدگی (Nostalgia) کا حوالہ بھی دیا ہے اور اُن کی شاعری کو شیلے اور سون برن کے مماثل قرار دیا ہے۔ اِسی رومانوی لہر کے زیرِ اثر اُنھوں نے ذکر کیا ہے کہ خالد کے ہاں ''ذوقِ استفسار'' تو ہے، لیکن فکر کی گہرائی کا فقدان پایا جاتا ہے، البتہ کہیں کہیں حقیقت نگاری کے واضح اثرات موجود ہیں، یہ شاید اُس دور اور عہد کے بدلتے ہوئے حالات اور موضوعات کا اثر تھا، جس کی وجہ سے انھوں نے برطانوی استعمار اور طبقاتی تفاوت کے موضوعات کو بھی برتا ہے، تاہم اُن پر رومانویت کا اثر غالب تھا اور غالب و اقبال کے زیرِ اثر اُن کے اُسلوب میں خوش ترکیبی کے عنصر کی طرف بھی واضح اشارہ کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ نے خالد کے ہاں علامت نگاری کا ذکر کرتے ہوئے اِس بات پر اصرار کیا ہے کہ اگر وہ اِس پہلو پر بھرپور توجہ دیتے، تو خاص مقام کے حامل ہوتے، البتہ اُنھوں نے خالد کے ہاں تاثریت پسندی اور سرئیلزم کے اثرات کی تردید کی ہے، جن کی طرف خود خالد نے اپنے دیباچے میں توجہ دلائی ہے۔ اُنھوں نے خالد کی مختصر نظموں کو طویل نظموں سے بہتر اور پُر تاثیر قرار دیا اور خالد کو مصوری سے زیادہ موسیقی کا شاعر قرار دیا ہے اور اُن کے لفظی اسلوب میں ملارمے کی مماثلت کا ذکر کیا ہے۔

ڈاکٹر سید عبد اللہ کا یہ مضمون تصدق حسین خالد کی تفہیم میں اہم ہے، لیکن ان کے مضمون میں اٹھائے جانے والے موضوعات اور مباحث میں کسی خاص ترتیب اور تنظیم کی کمی کا ہلکا سا احساس بھی نمایاں ہے، بہتر ہوتا کہ وہ ایک مسئلے کو ایک ہی جگہ پر حل کر لیتے اور بار بار انھیں دہرانے سے گریز کرتے۔ تاہم تصدق حسین خالد پر لکھے جانے والے کم تر تنقیدی سرمائے میں ڈاکٹر سید عبد اللہ کا مضمون غنیمت ہے۔

اپنی معروف کتاب ''اُردو شاعری کا مزاج'' میں ڈاکٹر وزیر آغا نے آزاد نظم کے حوالے سے تصدق حسین خالد پر بھی بات کی ہے۔ مجموعی طور پر ڈاکٹر وزیر آغا کا نظریہ یہ ہے کہ آزاد نظم یا نئی نظم محض ہیئت کی تبدیلی سے ترتیب نہیں پاتی، بل کہ فکری سطح پر تجدید کا عمل ہی نئی نظم کا ضامن ہے۔ اِس اعتبار سے تصدق حسین خالد کی نظم اُن کے ہاں بہت زیادہ مقام حاصل نہیں کر پاتی، جب کہ ''میراجی'' اُن کے نزدیک نئی یا آزاد نظم کے اولین پیش رو قرار پاتے ہیں۔ اُن کے مطابق بجا طور پر نظم کا اصل مزاج داخلیت پسندی ہے۔ خارج سے داخل کی طرف سفر نظم کو نظم بنانے میں کام یاب کرتا ہے۔ اس مزاج کے پیشِ نظر اُنھوں نے خالد کی اہمیت کو قطعاً نظر انداز نہیں کیا، البتہ خالد اور ن م راشد کو وقت کم دیا ہے:

> ''میراجی اُردو نظم میں داخلیت کا ایک اہم علم بردار ہے، لیکن اِس ضمن میں تصدق حسین خالد اور ن م راشد کی عطا کو نظر انداز کرنا بھی ممکن نہیں۔ میراجی کی طرح ان دونوں شعرا نے بھی نظمِ آزاد اور معرا کو بڑی اہمیت دی ہے، بل کہ بعض لوگوں کا تو یہ خیال ہے کہ جدید دور میں

آزاد نظم کو رائج کرنے والا تصدق حسین خالد تھا، میرا جی اور ن م راشد اُس کے بعد میدان میں آئے۔ موجودہ بحث کے لیے پہلے اور بعد کا یہ مسئلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا، دیکھنا صرف یہ ہے کہ ان میں داخلیت کے رجحان کو کس نے کس حد تک اپنایا ہے۔ خالد اور راشد دونوں کے ہاں فرد کی کلبلاہٹ موجود ہے جو، گویا انفرادیت کی نمو پر دال ہے۔ خالد کی نظمیں "ایک کتبہ" اور "حسنِ قبول"، کتبے اور پیڑ کو علامتی رنگ تفویض کرکے فرد کی بے اطمینانی اور ناآسودگی ہی کو پیش کرتی ہیں۔۔۔ تصدق حسین خالد اور ن م راشد نے اظہارِ ذات کے لیے زمین ہموار کی تھی، لیکن میرا جی نے اِس اظہار کی تکمیل کی۔'' (11)

جیسا کہ ذکر ہوا کہ ڈاکٹر وزیر آغا نے تصدق حسین خالد اور راشد کی اہمیت کو بجا طور پر تسلیم کیا اور فکری اور داخلی سطح پر خالد کی شمولیت اور آزاد نظم کی ہیئت میں اظہارِ ذات اور بے اطمینانی اور ناآسودگی کی فضا کے لیے زمین کو ہموار کرنے کو سراہا ہے، ان کے مقالے کا موضوع بھی اتنی ہی بحث کی اجازت دیتا تھا، البتہ اُنھوں نے نظم کے مزاج کے اعتبار سے بنیادی نکتے کی طرف جامع اور مختصر اشارہ ضرور کر دیا ہے۔

اب ہم معروف ادبی تاریخ نگار ڈاکٹر محمد صادق کی معروف کتاب: Twentieth Century of Urdu Literature کی طرف آتے ہیں، جس میں جدید نظم کے تحت اُنھوں نے قریب قریب سو صفحات قلم بند کیے ہیں۔ اِس باب کا آغاز اُنھوں نے تصدق حسین خالد کے ذکر سے ہی کیا ہے۔(12)

ڈاکٹر محمد صادق نے اپنے تذکرے میں بڑے واضح انداز میں لکھا ہے کہ 1933ء میں جب خالد انگلستان میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، تو اُنھوں نے اپنی نظمیں یہاں ارسال کیں۔ تب یہاں آزاد نظم کا چلن نہ تھا۔ تاہم آزاد نظم گوئی میں خالد پہلا شاعر ہے، پھر میرا جی اور اُس کے بعد ن م راشد نے نظم گوئی شروع کی۔ اُنھوں نے یہ گلہ بھی برملا کیا کہ ہمارے ناقدین اور محققین نے خالد کی اولیت اور تقدیم کو نظر انداز کیا ہے:

''اپنے تمام تر (فکری و فنی) اثاثوں کے باوجود خالد کو بہت زیادہ نظر انداز کیا گیا ہے اور حتیٰ کہ ہماری خاص قسم "آزاد نظم" کے آغاز کا سہرا بھی دوسروں کے سر باندھا گیا ہے، جب کہ وہ (خالد) واقعی کئی برسوں تک اس حوالے سے مقدم رہا ہے۔ یہ سب کچھ اِس لیے ہوا کہ اُن کا تعلق کسی گروہ یا پارٹی سے نہ تھا اور ستائش باہمی لکھنے والوں کے دور میں، کسی ایسے کے لیے، کوئی جگہ نہیں ہے جو، آج کے موضوعات پر نہیں لکھتا، یا کسی نظریاتی حسینۂ روزگار کے چاہنے والوں میں شمار نہیں ہوتا۔'' (13)

ڈاکٹر محمد صادق کی اِس آخری بات میں کلی نہ سہی، (فی زمانہ) جزوی صداقت بہر حال پائی جاتی ہے کہ جن لوگوں کے پاس کسی تحریک یا پارٹی کا مونوگرام یا تعارفی بلّا نہ ہو، وہ زیادہ معروف قرار نہیں پاتے، جب کہ کئی ایک حقیقی اور بڑے فن کار عرصہ دراز تک فراموش ہو جاتے ہیں۔ تاوقتیکہ "وقت" خود اُن کے حصے

اور علمی شمولیت کا اظہار کرتا ہے۔ بہر حال اِس میں کوئی شک نہیں کہ خالد کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ شاید اِس کی وجہ اُن کی نظموں کی اصلیت کا متاثر ہونا ہے، جس کی طرف خود خالد نے اپنی کتاب ''سرودِ نو'' میں دبے لفظوں میں اشارہ کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد صادق نے بھی دبے الفاظ میں اس کا ذکر کیا ہے، لیکن انھوں نے اسے استفادہ کر کے تخلیقی سطح پر اتار لینے کی ذیل میں رکھا ہے۔ اِس سب کے باوجود یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ سب کچھ ماخوذ یا سرقہ ہے۔ اگر ایسا درحقیقت ہے، تو ناقدین و محققین کو اِن نظموں کے مآخذ تک قارئین کی رسائی کروانی چاہیے اور جب تک کوئی ٹھوس ثبوت ہمارے ہاتھ نہیں لگتا، ہمیں خوش دلی سے تصدق حسین خالد کو پہلا جدید نظم گو مان کر اُنھیں برابر کا حصہ دے دینا چاہیے۔

تصدق حسین خالد کے Contribution کے لحاظ سے بہر حال ڈاکٹر محمد صادق کی یہ رائے درست ہے کہ اردو ادب نے خالد کو بہت زیادہ نظر انداز کیا ہے۔ خالد کے ہاں کمی یا کوتاہی پر ہی بحث کی جاسکتی تھی اور یہ اس لیے کہ خالد نے آزاد نظم گوئی کا باقاعدہ آغاز تو کیا۔

ڈاکٹر محمد صادق نے اوزان کے حوالے سے اس اعتراض کا بھی جواب دیتے ہوئے بتایا ہے کہ خالد کی نظمیں کہیں بھی بحر سے یا اوزان سے خارج نہیں ہوتیں۔ اُنھیں اوزان کا گہرا شعور حاصل تھا۔ فکری سطح پر اُنھوں نے خالد کے ہاں اقبال اور حفیظ کی طرح معاشرتی حالات کو بھی موضوع بنانے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اُن کے موضوعات ہماری عام روزمرہ زندگی ہی سے اخذ کیے گئے ہیں۔ اُنھوں نے حالات و واقعات پر تلخ رائے زنی بھی کی، لیکن ترقی پسندوں کی طرح شور نہیں مچایا۔ اِسی طرح اُن کے ہاں تمثیل نگاری کا بھی ذکر کیا گیا ہے؛ نیز یہ کہ خالد کی مختصر نظمیں، طویل نظموں کی نسبت زیادہ موثر ہیں اور اُن کی شاعری میں ولولہ اور نشاط انگیزی بھی موجود ہے۔ ڈاکٹر محمد صادق کی تحریر تصدق حسین خالد کے حوالے سے اہم اور معتبر مقام کی حامل ہے اور اُن کی آرا سے اتفاق ممکن ہے۔ اُنھوں نے خالد کی تقدیم کے علاوہ اُن کی چیدہ چیدہ فکری و فنی خصوصیات کا واضح اور بہت حد تک سچا اظہار کیا ہے۔ اردو ادب کی تحریکیں'' میں ڈاکٹر انور سدید نے تصدق حسین خالد کا ذکر ''حلقہ اربابِ ذوق'' کی شاعری کے تحت اِن الفاظ میں کیا ہے:

> ''میرا جی ۔۔۔ نے اردو نظم میں داخلیت کا وہ رجحان پیدا کیا، جس کی ابتدا تصدق حسین خالد اور ن م راشد کر چکے تھے۔ ان تینوں شعرا کی اساسی عطا یہ ہے کہ اِنھوں نے پابند نظم کی مقبولیت کے دور میں آزاد نظم اور معریٰ نظم کو اہمیت دی اور یوں شعراء کو نہ صرف نئے اسلوبِ شعر سے روشناس کرایا، بل کہ جذبے کے جزر و مد کو چھوٹے بڑے مصرعوں میں سمونے کا سلیقہ بھی سکھادیا۔۔۔ تصدق حسین خالد کی شاعری میں جمود کے وقفے زیادہ ہیں، چناں چہ اُن کی شہرت اپنی ابتدائی آواز کی بازگشت ہے۔'' (14)

ڈاکٹر انور سدید کی کتاب اگرچہ بنیادی طور پر تحریکاتِ ادب کی بحث اور جائزے سے متعلق ہے، تاہم اُنھوں نے شعرا و ادبا کے فکر و فن سے بھی مختصر بحث کی ہے۔ خالد کے لیے اگرچہ اُنھوں نے باقیوں کی طرح بہت تھوڑی جگہ نکالی ہے، لیکن آزاد نظم کی ترویج کے سلسلے میں تقدیم کا حق بھی تصدق حسین خالد سے نہیں چھینا۔ اگرچہ واضح طور پر اُنھوں نے اِس کا اظہار نہیں کیا اور راشد کا ذکر بھی ساتھ ہی کیا ہے۔ اُنھوں نے خالد کی شاعری کو نئے اسلوب اور آہنگ کا نمائندہ بھی قرار دیا اور جذبات کو آزاد نظم کے چھوٹے بڑے مصرعوں میں نظم کرنے کے فن کو بھی سراہا ہے۔ اور خالد کے ہاں ارتقائی سفر جاری نہ رکھ سکنے کی طرف بھی بجا طور پر اشارہ کیا ہے۔

''اوراق'' کے ''جدید نظم نمبر'' میں ڈاکٹر انور سدید نے ''ہوا'' کی علامت کو زندگی کی مختلف حقیقتوں کا آئینہ دار قرار دیتے ہوئے تصدق حسین خالد کی نظم ''ہوا'' کا بھی حوالہ دیا ہے کہ اس نظم میں ہوا ایک غم زدہ عورت کی علامت ہے۔ خالد کا کمال یہ ہے کہ اُنھوں نے اجنبی الفاظ استعمال کیے بغیر ہوا اور (مغموم) عورت میں بہت سی (نفسیاتی) مشابہتیں دریافت کی ہیں:

> ''اور یوں مستعمل لفظوں میں معنویت کی ایک نئی جہت پیدا کر دی۔۔۔ اور ''ہوا'' ایک ایسی ذی روح شخصیت کا روپ دھار لیتی ہے، جس کے داخل میں احساسات و جذبات کی جوالا ابل رہی ہے اور جس کا غم بٹانے کے لیے پیڑ، بادل اور چندرمان غرضیکہ پورا ماحول دل گیری پر آمادہ ہے۔'' (15)

''اوراق'' کے اسی گراں قدر نمبر اور خصوصی شمارے میں ڈاکٹر انور سدید نے ایک اور مقالے؛ ''اُردو نظم کی دو آوازیں'' میں واضح طور پر تصدق حسین خالد کے آزاد نظم کے بانی ہونے کا اظہار کیا ہے، تاہم اُنھوں نے خالد اور راشد کو ایک ساتھ ہی بحث کا موضوع بنایا ہے۔ اُنھوں نے یہ بیان کیا ہے کہ اِن دونوں شعرا نے محض ہیئت کے حوالے سے ہی منفرد کام نہیں کیا، بلکہ اِن دونوں کی فکری ساخت بھی الگ نوعیت کی تھی اور اُنھوں نے نظم کے مزاج کو سمجھ کر نظم کے ارتقا میں اپنا حصہ ڈالا اور خارج کو داخل کے ساتھ ہم آہنگ کر کے ذاتی تاثر کو اہمیت دی۔ اُن کا یہ کہنا بھی بجا ہے کہ:

> ''خالد کی شاعری میں جمود کے وقفے زیادہ ہیں، چناں چہ اُن کی تمام شہرت اپنی ابتدائی آواز کی بازگشت ہے۔۔۔ خالد اور راشد نے نظم کے بعض قدیم شعرا کی طرح لفظوں کو جامد اینٹوں کی طرح استعمال کرنے کے بجائے اُن کے نئے امکانات تلاش کیے اور اُنھیں اپنی ذاتی سوچ، نقطۂ نظر، رویے، عمل اور ردِ عمل کا عکاس بنا دیا۔'' (16)

سلیم الرحمان نے اپنے مضمون میں سب سے پہلے تصدق حسین خالد کے آزاد نظم گو ہونے پر بحث کی ہے۔ اُنھیں اس بات کا شدید رنج ہے کہ اکثر محققین اور ناقدین نے تصدق حسین خالد کی اوّلیت اور تقدیم کو (جان بوجھ کر) نظر انداز کیا ہے۔ اِس دل گرفتگی کے احساس تلے اُن کا اپنا لب ولہجہ بھی کہیں کہیں اکھڑا اکھڑا ہوا محسوس ہونے لگتا ہے۔ اُنھوں نے اس حوالے سے جن ناقدین و محققین کا بطورِ خاص ذکر کیا، اُن میں محمد کاظم، میرا جی، شمیم احمد اور یونس جاوید وغیرہ شامل ہیں۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کو اُنھوں نے اپنی حمایت میں نقل (Quote) کیا ہے۔ خالد کی شاعری کی فکری و فنی حیثیت پر سلیم الرحمان نے کوئی تفصیلی بحث نہیں کی، صرف سرسری جائزہ اور وہ بھی دو تین پہلوؤں تک محدود۔ تصدق حسین خالد کے ہاں رومانوی عناصر وافر پائے جاتے ہیں اور زیادہ تر اُن کے کلام کو اسی پس منظر میں دیکھا گیا ہے۔

سلیم الرحمان کا بھی یہی خیال ہے کہ خالد بنیادی طور پر رومانوی شاعر ہیں اور اُن کی شاعری میں مناظرِ فطرت کا بڑی شد و مد سے اظہار ہوا ہے۔ فارسی زبان وادب سے شروع ہی سے دل چسپی کے باعث، اُن کی نظموں کا اُسلوب بھی زبان کے شکوہ اور بلند آہنگی پر دال ہے۔ اُنھوں نے خالد کے ہاں مفرس تراکیب کو اقبال کے اثر کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ اس اثر کی طرف توضیحی مثالیں دیے بغیر ڈاکٹر سید عبداللہ نے بھی اشارہ کیا ہے۔ فارسیت کا گہرا رچاؤ خالد کے ہاں بہر حال موجود ہے اور اِس میں اُن کے گھر کے ماحول اور تربیت کا بھی عمل دخل شامل ہو گا۔

تصدق حسین خالد نظریاتی اعتبار سے آزاد تھے اور کسی ادبی گروہ بندی میں ملوث نہیں تھے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ اور ڈاکٹر محمد صادق کی طرح سلیم الرحمان بھی اسی بات کو اُن کی شہرت کی راہ میں حائل تصور کرتے ہیں اور کسی نظریاتی تنظیم سے عدم وابستگی کے باعث یہ خیال کرتے ہیں کہ اُن کے ہاں فکر سے زیادہ جذبہ نمایاں ہے۔ یہ درست ہے کہ ان گروہ بندیوں اور تعلقات سے فرق ضرور پڑتا ہے، لیکن محض اسی چیز کو کسی بڑے فن کار کی شہرت کا دارومدار قرار نہیں دیا جاسکتا اور اِس کا تعلق فکر اور جذبے سے بھی اس قدر نہیں ہے کہ اِسے کُل تصور کر لیا جائے۔ اس کی سب سے اہم مثال مجید امجد ہیں جو، ادبی گروہ بندیوں سے دُور رہے اور پھر وقت نے انھیں نمایاں تر کر دکھایا۔

سلیم الرحمان نے تصدق حسین خالد کے ہاں "حسنِ اظہار" کو خاص طور پر سراہا اور اُن کی نظموں میں لے اور غنائیت کو بطورِ خاص موضوع بنایا ہے۔ مختصراً اُنھوں نے بھی "حقائقِ ارضی اور استحصالِ انسانی" جیسے موضوعات کی طرف اشارہ کیا اور ان کی شاعری کو شیلے (Shelly) اور کیٹس (Keats) سے متاثر قرار دیا ہے اور پھر رومانویت کے زیرِ اثر تصدق حسین خالد کے ہاں ماضی زدگی کی نشان دہی بھی کی ہے۔

سلیم الرحمان نے خالد کی نظموں میں ''پیڑ'' کے بلیغ استعارے کی طرف بھی اشارہ کیا ہے، لیکن اِس کی توضیح سے یک سر چشم پوشی اختیار کی ہے۔ اُنھوں نے خالد کی شاعری کی تین جہتوں کا بھی خاص طور پر ذکر کیا ہے: داخلیت پسندی، علامت کا امتزاج اور ابہام کا ایک ہلکا تاثر۔(17)

داخلیت پسندی کے حوالے سے سلیم الرحمان نے ڈاکٹر وزیر آغا کو نقل (Quote) کرتے ہوئے ''اردو شاعری کا مزاج'' کا حوالہ بھی دیا ہے۔ ایمائیت اور ابہام کے لحاظ سے ڈاکٹر سید عبداللہ کے مضمون سے بھی ایک اقتباس پیش کیا ہے۔ ن م راشد کے تنقیدی مضمون: ''ہیئت کی تلاش'' کا بھی حوالہ دیا گیا ہے اور فکری و فنی ہم آہنگی کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ یہی ابہام آگے چل کر تصدق حسین خالد کے ہاں بھی کچھ نظموں میں علامت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اُنھوں نے ڈاکٹر وزیر آغا کے حوالے سے خالد کے ہاں ''علامتی رنگ'' کا اظہار کیا ہے، جو ابہام کا باعث بنتا ہے، لیکن یہ رنگ ان کے ہاں گہرا نہیں ہے۔ بنیادی طور پر سلیم الرحمان کا مضمون، ڈاکٹر سید عبداللہ ہی کے مضمون کی بھی بازگشت ہے اورڈاکٹر وزیر آغا کے بیان کردہ داخلیت کے اشارے کی بھی تائید ہے، علاوہ ازیں اس میں کسی نئے پہلو کی طرف توجہ عنقا ہے۔

ڈاکٹر رشید امجد جن کے ہاں ڈاکٹر وزیر آغا کی فکر کا واضح اثر دکھائی دیتا ہے، آزاد نظم پر بحث کرتے ہوئے خالد کو آزاد نظم نگاری میں اولیت کا درجہ دیتے ہیں۔ اُنھوں نے خالد کی نظم نگاری پر مغربی اثرات کی طرف اشارہ بھی خالد کی اپنی تحریر سے مستعار لے کر کیا ہے۔ اُنھوں نے بھی خالد کے ہاں اقبال کے اثر کی نشان دہی کی ہے۔ ڈاکٹر رشید امجد کے بقول، یہی اثر اُنھیں جدید نظم گوئی سے دُور رکھے ہوئے ہے، اسی باعث اُنھوں نے کہا ہے کہ خالد اِس انقلابی جست کے باوجود نظم کو یک رخی، یک رنگی یا معنوی اکہرے پن سے باہر نہیں نکال سکے، بل کہ فکری اعتبار سے کسی حد تک بدستور روایتی رنگ و بو میں ڈوبے رہے، تاہم فکری اجتہاد کا سہرا ڈاکٹر وزیر آغا کی طرح وہ بھی میراجی کے سر باندھتے ہیں۔(18)

اقبال کے زیرِ اثر، تصدق حسین خالد کا جدید نظم گوئی سے دور رہنا، ایک اختلافی امر ہے۔ اقبال کے اثر سے اِس عہد کا شاید ہی کوئی شاعر بچ سکا ہو اور اِس امر میں کوئی شک نہیں کہ خالد پر بھی اقبال کا گہرا اثر ہے، لیکن یہ اثر اقبال کے فکری سرمائے کا نہیں ہے۔ تصدق حسین خالد میں شاید اُس تخلیقی توانائی اور قوتِ انجذاب کی کمی تھی جو، اقبال کی جدید فکر سے استفادہ کر کے ایک نئی فکری راہ تراش لینے میں کام یاب قرار پاتی، اسی لیے خالد کے ہاں یہ اثر محض اقبال کے رومانوی اُسلوبِ بیان تک ہی محدود رہا ہے، ورنہ بذاتِ خود اقبال کے ہاں فکری جدت کے بے شمار پہلو نمایاں ہیں۔ اقبال کی فکر تو جدید دور کے شعرا کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر وزیر آغا کا مضمون: ''اقبال، جدید اردو نظم کا پیش رو'' خاص طور پر قابلِ مطالعہ ہے۔(19) تاہم فنی سطح پر فکری اجتہاد سے کام لیتے ہوئے تصدق حسین خالد نے آزاد نظم کی جو نئی ہیئت رائج کرنے کی کام یاب کوشش کی

، یہ بھی اپنی نوعیت کا قابلِ ستائش کام ہے اور کسی طرح بھی کم وقعت اور کم اہم قرار نہیں پاتا، اس کے لیے آزاد نظم اُن کی شکر گزار بھی ہے۔ ڈاکٹر انیس ناگی اپنی تنقیدی کتاب ''میرا جی۔ ایک بھٹکا ہوا شاعر'' میں کچھ جملے تصدق حسین خالد کے حوالے سے بھی درج کرتے ہیں:

> ''تصدق حسین خالد اور ن م راشد ایک عرصے تک دونوں شعرا اردو میں آزاد نظم کی اولیت کا دعویٰ کرتے رہے ہیں، میرا جی اس کا دعوے دار نہیں ہے۔۔۔اس عہد کے جدید شعرا میں میرا جی اور راشد صرف دو شاعر ہیں، جنھوں نے بڑے التزام کے ساتھ آزاد نظم کو اظہار کا ذریعہ بنایا تھا۔ اس صف میں تصدق حسین خالد کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔ اُس کے شعری مجموعہ ''سرودِ نو'' کی اہمیت صرف تاریخی ہے، یہ ایک بدلتے ہوئے عہد میں نئے شعری اسالیب کو اپنانے کی ایک کوشش ہے۔'' (20)

تصدق حسین خالد کی فنی و فکری سعیِ مشکور کو ''صرف تاریخی'' طور پر اہم قرار دینا انصاف کی بات نہیں، کیوں کہ خالد کی یہ کوشش محض اتفاق نہیں، بل کہ قطعاً شعوری ہے، جیسا کہ خالد کے اپنے دیباچے اور زیرِ نظر مقالے کے گزشتہ صفحات سے واضح ہے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ میرا جی کی تخلیقی قوتوں سے کسی کا کوئی مقابلہ نہیں، تاہم تصدق حسین خالد کی اپنی مساعی بھی قابلِ قدر ہیں اور اگر وہ بھی آزاد نظم گوئی کے حوالے سے اُسی تعہد (Commitment) کے گرفتار ہوتے، جس کے میرا جی تھے، تو یہاں بھی صورتِ حال یقیناً مختلف ہوتی۔

ڈاکٹر سعادت سعید بذاتِ خود جدید اُردو نظم میں لسانی تشکیلات کے اعتبار سے ایک پہچان رکھتے ہیں اور اُن کا تنقیدی کام بھی اپنی جگہ اہم ہے۔ ''اُردو نظم کے پچاس سال'' کے نام سے ہی ظاہر ہے، تاریخی نوعیت کا مضمون ہے، اُنھوں نے اپنے مضمون میں صرف دو اڑھائی سطریں تصدق حسین خالد کی نذر کی ہیں:

> ''تصدق حسین خالد کی سرودِ نو نے اُردو نظم کو نئے ذائقوں سے آشنا کیا۔۔۔ تصدق حسین خالد نے سرودِ نو اور لامکاں تا لامکاں تخلیق کر کے اُردو نظم کو نئے انگریزی آہنگوں سے روشناس کرایا۔ اُن کے موضوعات انفرادی اور قومی آزادی، فلاحِ انسانیت اور مذمتِ جنگ وغیرہ کے حوالوں سے مزین ہیں۔(21)

ڈاکٹر سعادت سعید کے مذکورہ تاریخی اور دستاویزی نوعیت کے مقالے میں تصدق حسین خالد کا ذکر جس اہتمام سے ہونا چاہیے تھا، اُس کی کمی کا احساس نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ یوں بھی اگر تصدق حسین خالد آزاد نظم گوئی کی تحریک میں پیش رو کی حیثیت کے حامل قرار پاتے ہی ہیں، تو کیا مضائقہ ہے کہ اُن کو اُن کے حسبِ

حال جگہ نہ دی جائے۔ عربی میں مثل مشہور ہے کہ: ”اَلفَضلُ لِلمُتَقَدِّم“، یعنی پہل کرنے والے کو فضیلت حاصل ہے۔

ڈاکٹر ایوب ندیم کے مضمون: ”جدید اردو نظم۔ فکر اور طرزِ احساس“ میں بھی تاریخی تنقیدی انداز میں نظریات و تحریکاتِ ادب اور شعرا کا تذکرہ کیا گیا ہے، تاہم اُنھوں نے تصدق حسین خالد کی اولیت کا ذکر ضرور کیا ہے:

> ”اگرچہ خالد اور راشد کا کسی ادبی تحریک سے کوئی باقاعدہ تعلق نہیں تھا، لیکن آزاد نظم کی ترویج اور فروغ میں اُنھوں نے بنیادی اور نمایاں کردار انجام دیا۔ خالد کو جدید اردو نظم میں بعض تجربوں کے لحاظ سے اولیت حاصل ہے۔ اُنھوں نے 1926ء میں آزاد نظمیں لکھنا شروع کیں۔ اس سے پہلے اگرچہ آزاد نظم کے کچھ بے قاعدہ تجربے موجود تھے، لیکن خالد نے انھیں باقاعدہ بنادیا۔ ”سرودِ نو“ اُن کا پہلا شعری مجموعہ تھا، باقی سارا کلام ”لا مکاں تا لا مکاں“ میں شائع ہوا۔ (22)

اسی طرح ایذرا پاؤنڈ کے زیرِ اثر اردو ادب میں ”امیجزم / تمثال کاری کی تحریک“ کے حوالے سے بھی ڈاکٹر ایوب ندیم نے خالد کی اہمیت اور اولیت کا اظہار کیا ہے کہ تصدق حسین خالد ”نے تمثالی نظمیں دوسرے شاعروں سے پہلے لکھیں۔ “ (23)

ٹی ایس ایلیٹ نے شاعری (نظم) میں کردار نگاری کو تیسری آواز سے موسوم کیا ہے اور ڈاکٹر طارق ہاشمی کی کتاب: ”جدید نظم کی تیسری جہت“ اسی نسبت سے اردو نظم میں کردار نگاری سے بحث کرتی ہے۔ ڈاکٹر طارق ہاشمی کا کہنا ہے کہ تصدق حسین خالد نے جبر کی چکی تلے پستے ہوئے لوگوں کو بڑی کام یابی سے کردار بنایا ہے، یہ چکی دنیا کی دو عظیم جنگیں بھی ہیں اور نچلے طبقے کا ہر ہر قدم پر استحصال کرنے والا، مخصوص گروہِ انسانی بھی ہے اور بذاتہٖ بے مقصد زندگی بھی ہے۔ اِس حوالے سے نظم ”شیر دل خان“، ”سپاہی کی دلہن“، ”یہ دیوار اونچی بنانی پڑے گی“ اور ”بن غازی میں ایک مجروح“ شامل ہیں۔ اُنھوں نے خالد کے ہاں ایسی نظموں کی نشان دہی بھی کی ہے، جن میں ماضی کی بازیافت کا عمل بہت توانا ہے، ان نظموں میں ”حسو جاٹ“ اور ”بوڑھا“ کا بطورِ خاص ذکر کیا گیا ہے اور اِس کے ساتھ ہی ”نیلم کی شہزادی“، ”بھکاری“ اور ”راہبر“ جیسی نظموں کے کرداروں کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔

ڈاکٹر طارق ہاشمی کا یہ کام اگرچہ ابتدائی نوعیت کا ہے، تاہم اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے کہ اِس کو بنیاد بنا کر ایک تو اِس موضوع پر اور بہت سا قابلِ قدر کام کیا جا سکتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ شاعری میں کرداروں کو سمجھے بغیر بعض ناقدین نے شاعروں کی نجی زندگی سے بہت سے واقعات منسوب کرنے کی بھی کوشش کی ہے،

تاہم ایسی غلط فہمیوں کے دور ہونے کے امکان کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، یہی کردار آگے بڑھ کر علامت کا روپ بھی دھار لیتے ہیں، سو تفہیم کا یہ پہلو بھی درخورِ اعتنا ہے۔ (24)

زیرِ نظر مقالے میں نظمِ آزاد کے پہلے باقاعدہ شاعر (ڈاکٹر) تصدُّق حسین خالد پر کی جانے والی تنقید کا جائزہ لیا گیا ہے۔ تصدق حسین خالد کی شاعری کئی ایک امور کے باعث اہمیت کی حامل ہے، لیکن اُن پر جس مقدار میں تنقیدی کام ہونا چاہیے تھا، اُس کی کمی کا بہر حال احساس غالب رہتا ہے۔ ضرورت ہے کہ تصدق حسین خالد کے تمام تخلیقی کام کو کسی ایک اکائی میں پرو کر تمام محاسن اور معائب کی روشنی میں منظرِ عام پر لایا جائے۔ فرض کریں کہ اُن کے تخلیقی کام میں مالِ مسروقہ شامل و داخل ہے، تو پھر جاننے والوں پر واجب ہے کہ وہ ادب کے قارئین کے سامنے حقائق پیش کریں اور اگر ایسا نہیں تو پھر ہمیں اپنے پہلے باقاعدہ آزاد نظم نگار کو اُس کا صحیح مقام دینے کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ کوئی صاحب ذوق اگر تصدق حسین خالد کو بطورِ خاص موضوع بنائے اور درج بالا اشاروں کے ساتھ اُن کے فکری وفنی سرمائے پر ایک کتاب رقم کرے، تو یہ ادب کی اہم خدمات میں شمار ہو گی۔

حوالہ جات وحواشی

1. استفادہ: مضمون: ”میں اور میری بہترین نظم“، مصنفہ: تصدق حسین خالد، مشمولہ: ”داستان“، ”نوجوان شاعر نمبر“، مرتبہ: محمد حسن عسکری، 1941ء.
2. استفادہ: مضمون: ”آزاد نظم کے سراغ میں“، مصنفہ: رفیق خاور، مشمولہ: ماہِ نو، لاہور، ماہ نامہ، 1961ء
3. سلمٰی محمودہ، بعد ازاں، بیگم سلمٰی تصدق حسین (1908ء۔1995ء) کے نام سے معروف ہوئیں اور سیاسی میدان میں ان کی خدمات قابلِ قدر ہیں۔ انھوں نے خواتین کے حقوق کے لیے کافی تگ و دو کی۔
4. مسٹر برٹن ”الف لیلہ“ کے مترجم ہیں۔
5. بیگم سلمٰی تصدق حسین خالد، بہ حوالہ: ”ڈاکٹر تصدق حسین خالد“، مقالہ برائے ایم اے (اردو)، 1975ء، مقالہ نگار: نغمہ نسیم، مملوکہ: پنجاب یونی ورسٹی لاہور۔ ص 14
6. ایضاً
7. یہ مقدمہ ڈاکٹر سید عبداللہ; کی کتاب ”سخن ور (نئے اور پرانے)“ حصہ اول میں بھی موجود ہے۔

8. سید عبداللہ، ڈاکٹر، مضمون: ''تصدق حسین خالد''، مشمولہ: ''سخن ور (نئے اور پرانے)''، حصہ اول (لاہور، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، اشاعت ثانی: فروری 1976ء)، ص: 154

9. سلیم الرحمان، مضمون: ''ڈاکٹر تصدق حسین خالد اور آزاد نظم''، مشمولہ: ماہِ نو، لاہور، ماہ نامہ، دسمبر 1990ء، شمارہ: 12، جلد: 43، ص: 11

10. سید عبداللہ، ڈاکٹر، ''سخن ور (نئے اور پرانے)''، ص: 156

11. وزیر آغا، ڈاکٹر، ''اردو شاعری کا مزاج'' (لاہور، مکتبہ عالیہ، گیارھواں ایڈیشن، 1999ء) ص: 383، 385

12. معروف ادبی تاریخ نگار اور انگریزی کے استاد ڈاکٹر محمد صادق، ڈاکٹر تصدق حسین خالد کے سگے بھائی ہیں۔

13. محمد صادق، ڈاکٹر، کتاب: Twentieth Century Urdu Literature، (کراچی، رائل بک ڈپو، پہلا ایڈیشن: 1983ء) ترجمہ: طارق حبیب, ص 217

14. انور سدید، ڈاکٹر، ''اردو ادب کی تحریکیں'' (کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان،) ص: 585، 587

15. انور سدید، ڈاکٹر، ''ہوا''، مشمولہ: ''اوراق''، لاہور، ماہنامہ، ''جدید نظم نمبر''، جولائی اگست 1977ء، جلد: 12، شمارہ: 7، 8، ص: 173، 174

16. انور سدید، ڈاکٹر، ''اردو نظم کی دو آوازیں''، مشمولہ: ''اوراق''، ''جدید نظم نمبر''، ص: 427، 428

17. سلیم الرحمان، ماہِ نو، دسمبر 1990ء، ص: 26

18. رشید امجد، ڈاکٹر، ''اردو شاعری کی سیاسی وفکری روایت'' (لاہور، دستاویز مطبوعات، 1993ء) ص: 59 تا 61

19. بحوالہ: ''اوراق''، جدید نظم نمبر، ماہ نامہ، لاہور، جولائی اگست 1977ء، ص: 104 تا 108

20. انیس ناگی، ڈاکٹر، ''میراجی۔ایک بھٹکا ہوا شاعر'' (لاہور، پاکستان بکس اینڈ لٹریری ساؤنڈز، 1991ء) ص: 31، 33

21. سعادت سعید، ڈاکٹر، مضمون: ''اردو نظم کے پچاس سال''، مشمولہ: ''ماہِ نو''، ماہ نامہ، لاہور، جلد: 43، شمارہ: ۳، مارچ 1990ء، ص: 66

22. ایوب ندیم، ''جدید اردو نظم۔فکر اور طرزِ احساس''، مشمولہ: ''ماہِ نو''، ماہ نامہ، لاہور، جلد: 46، شمارہ: 5، مئی 1993ء ص: 32

23. ایضاً، ص: 34

24. طارق ہاشمی، ڈاکٹر، "جدید نظم کی تیسری جہت"، (لاہور، دستاویز مطبوعات، اشاعت اول: جنوری 2003ء) ص 76-78